سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

روزہ اسلام کی تیسری بنیاد

انسان پیدائشی طور پر ایک حیوان ہی ہے جو بقیہ حیوانوں سے عقل اور مزاج کے باعث ممتاز اور افضل ہے۔اس کی تخلیق مرحلہ وار ہوئی ہے اور اجزاءِ تخلیق اس کے ذاتی اور داخلی مؤثر اسباب کی حیثیت رکھتے ہیں۔اگر حیوانی صفات غالب آجائیں تو یہ حیوانوں سے بدتر ہو جاتا ہے اور اگر داخلی ملکوتی صفات غالب آجائیں تو یہ اپنے خالق کا قرب پالیتا ہے۔اسی لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس کے مزاج اور طبیعت کی تخلیق کے ساتھ ہی اسے کچھ عملی ضابطے بھی دیئے تاکہ یہ اپنی عقل،مزاج اور طبیعت کی اصلاح کر سکے اور حیوانیت وملکوتیت کے بین بین انسانیت قائم رکھ سکے اور اسے بلندیوں تک لے جائے۔اس سلسلۂ انسانیت کی بقاء وارتقاء کے لیے نبوت کی نعمت سے بھی انسان کو ہی سرفراز فرمایا اور تمام عملی ضابطے بھی انبیاء علیہم السلام کی عملی وفکری تعلیم کے ذریعے انسانوں تک پہنچائے‘ انسان چاہے محلات کا باسی ہو یا جھونپڑیوں کا مکین اللہ کے ہاں سب برابر ہیں: اَلْخَلْقُ کُلُّھُمْ عَیَالُ اللّٰہ ’’مخلوق (انسان) ساری کی ساری اللہ کا کنبہ ہے۔‘‘

ظاہر ہے اللہ اپنے کنبہ کے لیے الگ الگ قوانین وضع نہیں کرتا بلکہ کنبہ کی خلقی برابری قائم رکھتے ہوئے انہیں عملی زندگی کا نقشہ عطا فرماتا ہے اور بہترین نقشہ نبیوں کی زندگی کو قرار دیتا ہے:

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃ (تم کو بھلی تھی سیکھنی رسول کی چال)

اگر انسان سیکھے بغیر ہی اپنی اصلاح کر سکتا تو نبوت کی ضرورت تھی نہ وحی والہام کی۔انسان کا خالق و مالک خوب جانتا ہے کہ اس کی طبیعت ومزاج میں کیا خامی ہے اور اس خامی کو کیسے دور کیا جا سکتا ہے‘ اس کے لیے جو سب سے بہتر طریقہ تھا وہ عطاء فرمایا اور اس کی اتباع ہم پر لازم وواجب کر دی۔اتباع اور اطاعت کے اسی سنہری سلسلے کا ایک بہت ہی اہم رکن صوم (روزہ) ہے۔

’’صوم‘‘ کے لغوی معنی کسی بھی عمل سے رکنا ہے۔خصوصاً کھانے، پینے بولنے اور چلنے سے رکنے کا نام صوم ہے۔رکی اور ٹھہری ہوئی ہوا کو بھی صوم کہا گیا ہے اور دن کے کلیجے میں رکے ہوئے سورج (استواء شمس نصف النہار) کو بھی صوم کہا گیا ہے۔نہ چلنے والے نہ چرنے والے گھوڑے کو صائم کہا گیا ہے۔شریعت مطہرہ میں اس کا معنی ومفہوم یہ ہے...... کہ ایک عاقل وبالغ مسلمان سحر سے مغرب تک اللہ کی رضا اور محمد رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کے لیے اپنی تمام حلال اور طیب لذتوں کو بھی خیر باد کہہ دے۔صوم کا لفظ قرآن کریم میں اپنی مختلف صورتوں کے ساتھ ۱۳ مرتبہ آیا ہے اور ہر جگہ اس کا یہی معنی ومفہوم ہے

۔چونکہ قرآن کریم مجموعہ قوانین واحکام ہے۔حکم خواہ بالواسطہ ہو یا بلاواسطہ،خبر کی صورت میں ہو یا افشاء کی صورت میں حکم کا درجہ رکھتا ہے۔اس اعتبار سے تیرہ مرتبہ روزے کا حکم دیا گیا جس سے اس کی معاشی اور معادی حیثیت واضح ہوگئی اور کسی قسم کا خزخشہ باقی نہ رہا۔کچھ لوگوں کا ''پورلی نفس'' روزے کو بہت ہی گراں سمجھتا ہے۔اُن سے قرآن نمٹتا ہے اور کہتا ہے کہ ''یہ روزے صرف تم ہی پر فرض نہیں کئے گئے بلکہ تم سے پہلے بھی جو لوگ تھے اُن پر بھی روزے فرض تھے۔'' پھر یہ کہ ''تم روزے رکھو کہ روزہ تمہارے لیے بہت ہی بہتر ہے۔''......جس عمل کو اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے لیے بہتر فرمادے اُسے غلط، بے ڈھب اور بے جا مشقت کہنا خالصتاً حیوانیت ہے جبکہ حیاتِ طیبہ حاصل کرنے کے لیے بہت ہی ضروری ہے کہ انسانِ کامل سیدنا محمد ﷺ کی بہر نوع اتباع کی جائے۔خود روزہ نہیں رکھ سکتا۔بیمار ہے یا ضعیف عمر رسیدہ ہے تو کسی کو روزہ کے لیے (اپنی حیثیت کے مطابق) خرچ دے دے جس کی کم سے کم حیثیت سواد وکلو گندم یا اس کی قیمت ہے۔

روزے کی حکمت: روزہ رکھنے کی حکمت قرآن کریم نے خود بیان کی ہے: **لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ** ''تاکہ تم متقی بن جاؤ''

متقی کے معنیٰ صوفیاء نے بیان کئے ہیں کہ مشتبہ چیزوں سے بھی بچو اور فقہاء کے ہاں اس کا معنیٰ ہے: حرام سے بچو۔اب روزہ کے حقیقی معنیٰ یوں ہوں گے کہ حلال وطیب چیزوں سے بھی اپنے آپ کو روک لو۔یعنی نفس میں ایسا قوی جذبہ پیدا کر لیا جائے کہ آدمی جب بھی کسی بات، کسی عمل اور کسی بھی چیز سے رکنا چاہے تو رک سکے۔حتیٰ کہ حلال لذتوں، طیب کھانوں، اور جائز راحت وآرام کو بھی چھوڑنا چاہے تو چھوڑ سکے۔چودھری افضل حق مرحوم نے لکھا ہے: ''اسلام مساوات کی تعلیم دیتا ہے۔نماز مجلسی مساوات کا درس دیتی ہے اور روزہ اقتصادی مساوات کے لیے تلخ حقیقت کا تجربہ ہے۔'' ایک اور جگہ یوں رقم طراز ہیں: ''اس لیے مساوات پسند مذہب نے روزہ کا حکم دے کر غریب کی زندگی کی ہلکی سی جھلک دکھا کر کہا کہ اُن کا احساس کرو جو ملک کے غلط نظام کے باعث فاقوں مر رہے ہیں۔'' روزہ نہ رکھنے والے سرمایہ دار اور جاگیردار حکمران اور سیاست دانوں کی حیوانیت پر ضرب لگاتے ہوئے چودھری صاحب یوں حملہ آور ہوتے ہیں:

''امراء تو رمضان سے پہلے ہی اپنے دوستوں میں (حلقۂ ستائش باہمی) اپنی بیماری کا پروپیگنڈہ کرنا شروع کر دیتے ہیں اور قسم کھانے کو احتیاطاً ڈاکٹر سے دو دن پہلے سر چکرانے کا نسخہ بھی لے لیتے ہیں تاکہ سند رہے۔روزہ سے بچنے کے لیے وہ بیماری کی ساری صورتیں قبول کر لیتے ہیں مگر معمولی فاقہ کی مصیبت نہیں اٹھا سکتے۔غریب' روزہ رکھ کر قرآن خوانی اور نوافل میں وقت گزار دیتے ہیں۔امیر' کمزور اور بیمار پر روزے کے ''برے'' اثرات کے دلائل ڈھونڈنے اور احباب میں اس کی کیفیت بیان کرنے میں بسر کرتے ہیں اور ساتھ ہی آہ بھر کر اپنی لات کی بیماری کی شکایت کر کے کہتے ہیں کہ دل تو چاہتا ہے کہ روزے رکھوں مگر ڈاکٹر آڑے آتا ہے، جی مسوس کر رہ جاتا ہوں۔''

اب تو ''من حراموں'' کی ایک طویل فہرست ہے جو روزہ نہیں رکھتے کیونکہ انہوں نے کلچرل ہونے کو مذہب پر ترجیح دی ہے۔کیا مرد کیا عورتیں، کیا امیر اور کیا غریب' اس حمام میں سب ننگے اور کلچرل ہیں۔**فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ**

اوراگر کسی سولائزڈ آدمی نے اکیسویں رمضان کا روزہ رکھنے کی مذہب پر ''مہربانی'' کر بھی لی تو اخبارات میں اس موذی کا نام ''صائمین'' کی فہرست میں سرفہرست ہوگا۔افطاری اور دعاؤں کی دھوم مچی ہوگی۔مگر ہوتا یہ ہے کہ وہ ظہر تک تو تاب لاتے ہیں پھراس کے بعد دل دماغ، زبان سب بے قابو ہوجاتے ہیں۔گھر میں اُدھم مچ جاتا ہے۔ بیوی بچے یوں دبکے چھپے بیٹھے ہوئے ہیں جیسے ملزم تھانے میں۔اور روزہ دار صاحب بہادر کے اول فول اور گالیوں کا نشانہ بنتے ہیں۔قومی اخبارات وجرائد کا رویہ بھی شرمناک ہے۔رمضان میں بھی اخبار فروخت کرنے کے ثقفی حیلے تلاش کر لیتے ہیں۔کبھی طبلہ وسارنگی سے سنگت کر لیتے ہیں اور کبھی کسی رنڈی کی ننگی فوٹو سینۂ اخبار پر سجا لیتے ہیں۔ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے پروگراموں میں روزہ،رمضان ،قرآن،اذان کے لیے بہ مشکل ۲۵ منٹ اور باقی قتلِ اسلام کے منظور شدہ پروگرام:

ایک چہرے پرکئی چہرے سجا لیتے ہیں لوگ

روزہ کی فرضیت: مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ کی طرف جب نبی کریم ﷺ نے ہجرت کی تو اس کے متصل ہی ۲ ہجری میں اس امت پر روزے فرض ہوئے۔گویا تکمیل اسلام میں ہجرت اور روزہ شانہ بشانہ ہیں یعنی اسلام کا عروج مشقتوں اور صعوبتوں کی راہ سے ہوکر آتا ہے۔راحتوں اور لذتوں سے آشنا نہیں۔

روزہ میں بھوک پیاس لذت وراحت کو چھوڑنے سے صدرِ اسلام میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی کی یاد تازہ ہوجاتی ہے۔وہ آدمی جسے انسان ہونا میسر نہیں اگر عقل وشعور کی آنکھ کھول کے دیکھے تو صحیح اور سچا انسان وہی نظر آتا ہے جو اپنا دل، آنکھیں ،کان، دماغ، نفس اور روح احکام الٰہی کے سامنے ڈال دے......اطاعت ،فرماں برداری اور اتباع کی وہ مثال قائم کرے جس کا نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ۲۳ برس مطالبہ کیا۔

اَطِیْعُوْا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوْا الرَّسُوْلَ o مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ (القرآن الحکیم)

''اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو o جس نے رسول کی اطاعت کی بے شک اُس نے اللہ کی اطاعت کی۔''

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مطالبے پر امت کا موجودہ منفی ردّعمل کسی عذاب میں تو مبتلا کرسکتا ہے لیکن مغفرت ،رحمت، بقاء، ارتقاء اور نجات کی ضمانت ہرگز نہیں دے سکتا۔

اگر دنیا میں عزت، عظمت، آبرو......اور ترقیاں مطلوب ہیں اور عقبٰی میں سرخروئی، سرفرازی اور نجات کی آرزو ہے تو ہر عمل میں نبی کریم ﷺ کی اتباع کریں اور اپنی خواہشوں کو روکیں کہ خواہشات ہی ایک ایسی دلدل ہے جس میں دھنسا ہوا کبھی نہیں نکلا۔یہ ایک ایسا خوبصورت جال ہے جس میں پھنسا ہوا کبھی رہا نہیں ہوا۔رمضان کا چاند طلوع ہوتے ہی جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں اور شیاطین قید کر دیئے جاتے ہیں۔

روزہ اور روزہ دار کے فضائل: نسائی میں ایک حدیث سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

اِنَّ اللّٰہ فَرَضَ صِیَامُ رَمَضَانَ (عَلَیْکُمْ) وَسَنَنْتُ لَکُمْ قِیَامَہٗ فَمَنْ صَامَہٗ وَ قَامَہٗ اِیْمَاناً وَّ احتِساباً خَرَجَ مِنْ ذُنُوْبِہٖ

كَيَوْمٍ وَلَدَتْهُ اُمُّهٗ.

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ نے تم پر روزے فرض کئے اور میں نے قیام کی سنت تمہیں دی، پس جس نے روزے رکھے ایمان اور احتساب کے ساتھ وہ گناہوں سے یوں نکل گیا جس طرح پیدائش کے دن تھا یعنی گناہوں سے پاک ہوجاتا ہے۔

نبی کریم ﷺ کا ایک اور ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اَلصَّوْمُ لِیْ وَاَنَا اُجْزٰی بِهٖ (یا) وَاَنَا اِجْزِیْ بِهٖ.

کہ روزہ میرے اور بندے کے درمیان ایک بھید ہے اور یہ صرف میرے ساتھ متعلق ہے اس لیے اس کی جزاء میں خود ہوں یا میں اپنی شان کے مطابق خو براہِ راست دوں گا۔

باقی تمام عبادات ظاہری صورت بھی رکھتی ہیں لیکن روزہ اس کی ظاہری کوئی ہیئت نہیں ہے۔ اسے اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اس لیے یہ ایک بھید ہے جو اللہ اور بندے کے درمیان ایک خاص رشتہ وتعلق ہے۔

روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے ہاں مشک سے بہتر ہے۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ مسواک نہ کی جائے اور منہ گندا رکھا جائے بلکہ اس بو سے مراد وہ بو ہے جو ''خُلُوْ'' کی وجہ سے معدہ اور آنتوں سے اٹھتی ہے اور منہ سے نکلتی ہے اور یہ نتیجہ ہے اس بھوک پیاس کی تلخی کا جو محض اللہ کی رضا کے لیے انسان برداشت کرتا ہے۔ اس کی پسندیدگی کی حکمت بھی یہی برداشت اور للّٰہیت (واللہ اعلم)

رمضان: رَمِضَ يَرْمَضُ ، فتح بفتح کے باب سے ہے۔ معنیٰ ومفہوم یہ ہے کہ پیاس کی شدت سے اندر جل اٹھے۔ اسے کہتے ہیں رَمَضَ الصَّائِمُ روزہ دار کا اندر جل اٹھا۔ رمضان کو رمضان اس لیے بھی کہا گیا کہ یہ شدید گرمیوں میں بھی آتا ہے اس لیے مہینوں کے شمار کنندگان نے اس کا نام رمضان رکھ دیا لیکن سب سے پسندیدہ اس کا سبب جو ذکر کیا گیا وہ یوں ہے کہ:

اِنَّمَا سُمِّیَ رَمَضَانُ لِاَنَّهٗ يَرْمَضُ الذُّنُوْبَ اَیْ يُحْرِقُهَا بِالْاَعْمَالِ الصَّالِحَةِ.

اس ماہ کا نام رمضان اس لیے رکھا گیا کہ یہ اعمالِ صالحہ سے گناہ جلا ڈالتا ہے۔

اس کے پہلے دس دن رحمتِ عامہ کے، درمیان کے دس دن عام بخشش کے اور آخری دس دن جہنم سے آزادی کے جن لوگوں کے لیے جہنم واجب ہوجاتا ہے ان کی بھی عام معافی مل جاتی ہے۔ سبحان اللہ!

کیا خوش نصیب ہے وہ آدم زادہ جو اپنی حیوانی جبلّتوں کو انسانیت کی ردائے ابیض میں لپیٹنے کے لیے اللہ جلّ شانہٗ اور محمد ﷺ کی بے چوں چرا اطاعت کرتا ہے۔ اپنی غلطیوں اور کمزوریوں کا اعتراف کرتے ہوئے اپنے مالک سے رو رو کر معافیاں مانگتا ہے اور اللہ کی بارگاہ میں یوں پیش ہوتا ہے کہ فرشتے اس کی آمد پر اھلاً وّ سھلاً وّ مرحبا کے ڈونگرے برساتے ہیں۔

رَبَّنَا اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَةً وَّهَيِّءْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَداً.

رمضان کی مقدس راتوں میں اور دنوں میں کوئی اللہ کا بندہ میری مغفرت کی بھی دعا کردے تو بیڑا پار ہے

(رمضان ۱۴۱۱ھ۔ اپریل ۱۹۹۱ء)